جناب مولانا سمیع الحق صاحب
مہتمم دارالعلوم حقانیہ وسیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام

موجودہ حالات اور اکابرین امتؒ کے اندیشے

قیام پاکستان کے پچیس سال بعد ستمبر ۱۹۷۱ء کو وطن عزیز اپنوں اور غیروں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باعث دولخت ہوگیا۔ اس دلخراش اور جگرشگاف سانحہ کے پس منظر میں مدیر اعلیٰ (الحق) جناب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی ایک یادگار وفکرانگیز تحریر۔ (نقش آغاز جلد نمبر، مارچ ۱۹۷۲ء) آج سے کچھ عرصہ قبل ان اکابرین امت (حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ اور حضرت مولانا حسین احمدمدنیؒ وغیرھم کو اس قسم کی باتوں کی وجہ سے مطعون کیا جاتا تھا، آج پچاس برس کے بعدان حضراتؒ کےتمام اندیشے حقیقت کا روپ دھار کر انکی دوراندیشی اور فراست مومنانہ کا منہ بولتا ثبوت بن کر ہمارا منہ چڑا رہے ہیں۔ (راشد)

ایک المناک صورتحال نے ملک کا شیرازہ جس بے دردی سے بکھیر دیا ہے۔ اس پر نقد واحتساب کے ضمن میں پاکستان کے نقطہ آغاز اور تشکیل سے لیکر اب تک کے حالات پر مختلف زاویوں سے گفتگو ہورہی ہے جن خطوط اور بنیادوں پر ملک کی تقسیم یا تشکیل ہوئی، اسے بھی زیر بحث لایا جارہا ہے۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ برصغیر کی تاریخ اپنی حقیقت کی طرف سے لوٹ رہی ہے، کچھ کنفیڈریشن کی باتیں کرتے ہیں، اور کچھ لوگ دبی زبان سے سہی مگر دل کے اندر سے اٹھنے والے ان خیالات کو دبائے نہیں رہ سکے کہ پاکستان کی موجودہ مشکل میں قیام بالخصوص بنگال اور پنجاب کی تقسیم کی نہایت شدومد سے مخالفت کرنے میں شاید مسلمانوں کے بعض عظیم رہنما بالخصوص شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمدمدنی مرحوم کا نقطۂ نظر غلط نہ تھا۔ اس سلسلہ میں اگر سیاسی اور گروہی تصورات سے الگ ہوکر حضرت شیخ الاسلامؒ کے اندیشوں پر ایک نگاہ بازگشت ڈالی جائے تو کیا حرج ہے۔ شاید ان کی نگاہ قلندرانہ کی دور رسی کا کچھ احساس تو ہوجائے خواہ اس موقف کی تصویب یا تغلیط کا کام حالات اور واقعات کے ذمہ کیوں نہ لگادیا جائے مگر حال کے آئینہ میں ماضی کے کچھ نقوش تو سامنے آہی رہے ہیں۔ پاکستان کی صورت میں خلافت اسلامیہ اور اسلامی نظام کے قیام کے مقدس اور حسین تصور میں کھوکر جن لوگوں نے اپنا سب کچھ اس راہ میں لٹا دیا ہے۔ بیشک انکی قربانیاں صدہزار تحسین اور بارگاہ ایزدی میں اجر کی مستحق ہیں کہ " انماالاعمال

بالنیات" اگر کسی کی نیتوں میں کھوٹ تھا، تو وبال اور بربادی بھی ان کے نامہ اعمال ہی میں ڈالی جائے گی، مگر اپنے وقت کے ان عظیم، خدارسیدہ اور حقیقت شناس بزرگوں کی فراست مومنانہ اور مسلسل و پیہم آلام ومصائب اور شدائد کا تحمل اس بات کی منہ بولتی شہادت رہی کہ وہ مسلمانوں کے بدخواہ نہ تھے، نہ یہ لوگ ضمیرفروش اور خودغرض نہ مسلمانوں کے دشمن، ان کی اخلاص للھیت ان کی پاکیزہ زندگی کی طرح تاریخ کے بے رحم ہاتھوں کی دسترس سے ہمیشہ محفوظ رہے گی۔
ان کا ناقابل معافی جرم یہی تھی کہ وہ پاکستان میں خلافت اسلامیہ کے بلند بانگ دعوؤں کو ایک فریب اور دھوکہ سمجھ کر تقسیم ہند کو مسلمانوں کے مسائل کا صحیح حل نہیں سمجھتے تھے۔ کہ اس طرح ان کی ایک تہائی سے زیادہ آبادی سفاک ہندو کے رحم وکرم پر رہ جائے گی، لاکھوں مسلمان بے گھراور بے در ہوجائیں گے۔ جنہیں کوئی زمین ٹھکانہ نہیں دے سکے گی۔ ہندوستان میں تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے ان کی حالت نہایت پسماندہ اور قابل رحم ہوجائے گی۔ اسلام پورے برصغیر سے ایک گوشہ میں سمٹ کر رہ جائے گا، جبکہ ان کے خیال میں ان کے پیش کردہ فارمولا سے پاکستان ہندوستان کے چند گوشوں میں سمٹ جانے کی بجائے پورا ہندوستان ایسا پاکستان بن سکتا، جس میں شرعی احکام کا نفاذ مسلمانوں کے کامل اور آزاد اختیارات کے ذریعہ پورے ہندوستان میں ہوسکتا۔ (اجلاس جمعیت العلماء لاہور ۱۹۴۶ء کی قرارداد) پاکستان کی مجوزہ سکیم پر ان بزرگوں نے نہایت خلوص سے ہر پہلو پر غور کیا اور اس کے سیاسی، اقتصادی، لسانی، ملکی، تبلیغی، خارجہ پالیسی، غرض ہر گوشے پر اپنے تنقیدی خیالات پیش کئے، اور اپنے خیال کے مطابق مسلمانوں کی فلاح وبہبود اور تحفظ وبقاء کا ضامن فارمولا پیش کیا......۔

ان حضرات نے واضح طور پر کہا کہ پاکستان کو مختلف ٹکڑوں میں جو ریاست مل جائے گی، وہ خطرناک جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی۔ چنانچہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم اور ان صوبوں کی جنگی اہمیت کے حصوں کا بھارت میں چلے جانے اور پنجاب کی تحصیل گورداسپور کی وجہ سے، کشمیر پر بھارت کے تسلط وغیرہ پر ان حضرات نے سختی سے تنقید کی اور اسے پورے برصغیر کے مسلمانوں کے غیریقینی مستقبل کا پیش خیمہ قراردیا۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ برطانوی پارلیمنٹ اس جغرافیائی اتحاد کو ختم کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہے گی۔ اس سلسلہ میں لارڈ لنگھتکو او لارڈ ویول کے واضح الفاظ ان کے سامنے رہے۔ اور آج سقوط ڈھاکہ پر ماؤنٹ بیٹن کے تاثرات نے ان خیالات کی حرف بحرف تائید کی کہ انگریزی سامراج اپنے عیارانہ منصوبوں کے ذریعہ برصغیر کے مسلمانوں سے ایک نہ ختم ہونے والا انتقام لینا چاہتے تھے۔

ان حضرات کے تمام خدشات اور اندیشوں کو غلط ثابت کردکھانے اور غلطیوں کی تلافی صرف اس صورت میں ہوسکتی تھی کہ پاکستان قائم ہوتے ہی ہم یہاں اسلام کی مکمل حاکمیت قائم کردیتے لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور ہم نے ان تمام بلند بانگ دعوؤں ہی سے انکار کردیا جو برصغیر کے مسلمانوں میں بے مثال دینی جوش وخروش کا سبب بن کر انہیں خاک وخون کی گھاٹیوں میں اتارنے کا سبب بنے تھے۔ یہ ایک طویل اور شرمناک کہانی ہے۔ جو ۱۹۴۷ء سے لیکر دسمبر ۱۹۷۱ء بلکہ آج تک کے عرصے کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ حضرت مدنیؒ اور ان حضرات کے اخلاص اور للھیت کے لیے یہی کافی ہے کہ پاکستان قائم ہونے کے بعد علی وجہ البصیرت مخالفت کرنے کے باوجود انہوں نے اپنے خطوط، بیانات، مکاتیب اور نجی پیغامات کے ذریعہ نہ صرف اسے تسلیم کرنے پر زور دیا بلکہ یہاں رہنے والے تمام متعلقین کو حکم دیا کہ اب اپنی مساعی اس ملک کی حفاظت سالمیت اور یہاں اسلام کے غلبہ پر مرکوز کردیں۔ اور آج حضرت مدنیؒ سے وابستہ لاکھوں علما، مشائخ کی جماعت اور بے شمار معتقدین ان کی ہدایت پر عمل پیرا ہوکر اپنا تن من دھن اس ملک کی ترقی اور یہاں اسلام کے غلبہ ونفاذ میں لگے ہوئے ہیں۔ مخالف جو بھی کہیں مگر کلمۃ الحق منکرات کی مخالفت اور معروفات کی اشاعت میں "لایخافون فی اللہ لومۃ لائم" کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔　ع　　کچھ ہوئے تو یہی رندان بادہ خوار ہوئے

پاکستان جس تشریح لاالہ الا اللہ سے کی جاتی تھی کیا شیخ الاسلام جیسے عارف باللہ اور عبد کامل کو اللہ کی حاکمیت گوارا نہ تھی؟ کہ وہ اس شدومد سے اس کی مخالفت کرتے رہے مگروہ جس کی مومنانہ فراست ان دعوؤں کی حقیقت دیکھ رہی تھی اس تعجب کو انہوں نے اس طرح دور فرمایا۔

"بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ دھوکا دیا جارہا ہے کہ پاکستان میں اسلامی حکومت بطرز خلفائے راشدین قائم کی جائے گی۔ یہ خواب تو نہایت شیریں ہے۔ کاش! ایسا ہو اگر اس کا ذمہ داران لیگ اطمینان دلادیں تو ہم اراکین جمعیت سب سے پہلے اس آواز پر لبیک کہنے کے لیے تیار ہیں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ لوگ جن کو دین اور مذہب اسلام اور شعائر اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں نہ صورت اسلامی ہے نہ سیرت وہ اسلامی حکومت قائم کریں اور مذہب کے اصول وضوابط پر بطرز خلفاء راشدین چلائیں وہ حضرات جن میں اور دین ومذہب میں وہ تعلق ہو جو اندھیرے کو روشنی سے ہے اور آگ کو پانی سے ہے وہ دین ومذہب کا احیاء کریں۔ اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو کیا وہ اقلیت پنجاب اور بنگال کی (جس کی تباہی میں اسی اقلیت نے بنیادی کردار ادا کیا۔ سمیع) جو کہ معمولی اقلیت ہے، یعنی صرف پانچ یا سات عدد سے وہ ایسا ہونے دے گی، اور

اگر بالفرض ایسا ہو بھی گیا تو کیا مسلم اقلیت والے صوبوں میں اس کا ایسا رد عمل نہ ہوگا کہ وہاں خالص ہندوراج اور رام راج قائم کیا جائے۔ (خطبۂ صدارت اجلاس سہانپور ص ۴۰) اور جب ایسے اندیشوں کے اظہار کی پاداش میں اپنے دور کے سب سے بڑے ولی اور اللہ کی مقرب شخصیت کو اس وقت کی ہرگالی، دشنام، ایذا رسانی اور توہین سے مسلم قوم نے نوازا تو ان کے ایک جان نثار مولانا معاصر ہونا احمد سعید دہلوی مرحوم چلا اٹھے اور کہا کہ:

"پاکستان ایسا ہی ہوگا، جہاں مذہب اور اہل مذہب کے ساتھ اس قسم کا وحشیانہ سلوک کیا جائیگا۔ اس پاکستان میں علماء حق کو رائے کی آزادی میسر نہ ہوگی۔ اس پاکستان میں کیا آپ نماز، روزے اور شعائر اسلامیہ کی چہل پہل دیکھ سکیں گے بلکہ وہ پاکستان تو فسق وفجور کی منڈی ہوں گی جہاں سب کچھ ہوگا اور نہیں ہوگا تو دین الہیٰ کا تذکرہ کہیں نہیں ہوگا۔ (تقریر سحبان الہند ص ۴) ایک طرف یہ کہا جارہا تھا، دوسری طرف اسلام کے مقدس نام پر ان اندیشوں کی تضحیک کی جارہی تھی، کس کا قیاس صحیح نکلا؟ اسکا جواب اپنی قومی زندگی کی چوبیس سالہ تاریخ (اب پچاس سالہ (راشد) کے اوراق میں ڈھونڈیئے، مگر شروع ہی سے اسلامی نظریات، شعائر اللہ دینی اقدار اور اسلام کے نظام حکومت ومعاش کو پنپنے دیا گیا ہوتا، تو شاید یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا، مگر ہائے رے معصوم تمنا۔

۔۔۔۔۔ یہ تو رہا پاکستان میں شریعت الٰہیہ کے اجراء اور نفاذ کا مسئلہ جس انداز میں پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا فارمولا بنایا گیا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ اپنی فراست باطنی کی وجہ سے اس میں آنے والے پرخطرات ہجوم کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور اسے مسلمانوں کی اس برصغیر میں تباہی کا واشگاف الفاظ میں پیش خیمہ قرار دینے لگے۔ فرمایا:

"یہ صحیح ہے کہ پاکستان اور اسلامی حکومت کے نعرے بڑے دلفریب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دو اسلامی حکومتوں کے قیام کا تخیل عام مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سرور اور جوش پیدا کردیتا ہے۔ اور یہ بھی سچ صحیح کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں کافی اختلافات ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ محض ہندوؤں کی تنگ دلی سے شاکی ہوکر ہم ایسی غلطی کر بیٹھیں جو مستقبل میں ہمارے لیے تباہ کن اور ملت کیلئے باعث بربادی بنے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ بنگال اور پنجاب کی حکومتیں اتنی طاقتور نہیں ہونگی کہ وہ بیرونی حکومتوں کے سازباز اور انکی درازدستیوں کا مقابلہ کرسکیں۔ اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ ہم ہندوؤں سے تو مفروضہ آزادی حاصل کرلیں مگر اس مفروضہ آزادی کے بدلہ میں غیر ملکی حکومتوں کی ویسی ہی غلامی میں مبتلا ہوجائیں جیسی

کہ آج ہمارے سروں پر نافذ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ بدترین بدقسمتی ہوگی۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم معاملات کو محض ہندودشمنی کی عینک سے نہ دیکھیں، بلکہ پاکستان کے سوال پر سنجیدگی سے غورکرکے یہ فیصلہ کریں کہ آیا یہ پاکستانی حکومتیں خود ہمارے لیے باعث رحمت ثابت ہوسکیں گی یا نہیں؟۔ آیا یہ اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کرسکیں گی یا نہیں؟۔ آیا یہ اتنی طاقتور ہونگی یا نہیں کہ بین الاقوامی سیاست میں اپنا وقار قائم رکھ سکیں؟۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو دانائی کا اقتضاء یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کے لیے ماتحتی اختیارات حاصل کرکے متحدہ ہندوستانی وفاق میں شامل رکھا جائے اور بجائے علیحدہ ہوکر دوسروں کے غلام بننے کے ہندوؤں سے مل کر نہ صرف اپنی آزادی برقرار رکھی جائے بلکہ متحدہ ہندوستان کے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود ملت اسلامیہ کی اس طرح اندرونی اصلاح کی جائے کہ وہ زندہ اور طاقتور قوم محسوس ہونے لگے۔ "مارننگ نیوز" کا یہ بیان صحیح ہے کہ اب دنیا کی تقسیم اور علیحدگی کی مہمل سیاسی پالیسی کو چھوڑتی جارہی ہے۔ اسلیے مسلسل تجربات نے ثابت کردیا ہے کہ اس تنازع للبقاء کی دنیا میں صرف طاقتور زندہ رہ سکتے ہیں۔ کمزور، چاہے وہ کتنے ہی حق پرور کیوں نہ ہو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

مان لیجیئے کہ قیام پاکستان کے لیے اچھے دلائل موجود ہیں مگر یہ اچھے اور خوبصورت دلائل جاپان کو بنگال پر اور روس کو پنجاب اور سرحد پر حریصانہ نگاہیں ڈالنے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ کیا آزادی وانصاف کے تمام الفاظ ملک گیری کے آرزومندوں کو پاکستان کے کمزور ممالک کی تسخیر کی ارادوں سے باز رکھ سکتے ہیں؟۔ اگر کوئی اس معاملہ میں دیانتداری کا ذرا بھی شبہ رکھتا ہے تو وہ بیوقوفوں کی جنت کا ساکن ہے۔ اس دنیا میں، جہاں حق کے مقابلے میں طاقت کا راج ہے، پاکستانی حکومتیں محض اس بنیاد پر زندہ نہیں رہ سکتیں کہ مسلمانوں کو آزاد رہنے کا حق ہے۔ اور بحثیت ایک علیحدہ قوم کے ان کو ضرور آزاد رہنا چاہیئے۔ (نئی زندگی، کتاب دوم ص ۱۹ از مولانا مدنیؒ) بیرونی حکومتوں سے سازباز، یا انکی درازدستیوں کا مقابلہ، غیرملکی حکومتوں کی غلامی، اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کرسکیں گی یا نہیں؟۔ روس کی پنجاب وسرحد پر حریصانہ نگاہیں، ملک گیری کے آرزومندوں کے پاکستان کے کمزور حصوں پر تسخیر کے ارادے اور اس قسم کے دیگر جملوں پر غور کیجیئے تو آج کے بدترین سانحہ "سقوط مشرقی پاکستان" کے خطوط پر اس کی تفسیر وتشریح آپ کو مل سکے گی۔ حضرتؒ اور ان کی جماعت کا شائع کردہ لٹریچر آپ کو ایسی باتوں سے بھرا ملے گا، ذہن سیاسی آلائشوں سے صاف رکھ کر بھی تو کوئی طالب العلم ماضی اور تاریخ پر نگاہ باز رفت ڈال سکتا ہے۔ پنجاب بنگال کی تقسیم پر یہ حضرات ایک لمحہ کیلئے بھی آمادہ نہیں ہورہے تھے اور اس لیے کہ ــــــ:

"پس پاکستان قائم ہوتے ہی بنگال اور آدھا پنجاب مسلمان کھودیں گے۔ اب رہا آسام وہ پورا کھودیں گے۔ سوائے ضلع سلہٹ کے، پس مسلم لیگ کی پاکستان کا یہ کیا نتیجہ ہوگا۔ بنگال میں ایک کوٹھری ملے گی جس کے پورب ہندو راج، پچھم ہندوراج اور اتر ہندوراج، آسام بالکل اور آدھا پنجاب نکل جائے گا۔ نتیجہ یہ کہ مسلم لیگ کا پاکستان مسلمانوں کے لیے خودکشی سے کم نہیں ہم بھی ہندوراج میں جاکر تباہ ہوئے اور اکثریت صوبے والے بھی تباہ ہوئے"۔ (قومی کارکنوں کے نام ہدایات صفحہ ۱۶،۱۷)۔ تقسیم پنجاب اور پاکستان کے مشرقی اور مغربی حصوں کی ایک دوسرے سے علیحدگی کو حضرت مدنیؒ قسمۃ ضیزی اور نامراد بٹوارہ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

"جمعیت العلماء ہند ان تاریک پہلوؤں کی بنا پر کانگریس کی حالیہ تجویز تقسیم پنجاب یعنی تقسیم در تقسیم کو ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہیں کرسکتی اور یہ تقسیم برطانوی سامراج کا آخری ہتھیار ہے۔

(خطبہ صدارت اجلاس لکھنو ۱۹۴۹ء) اس وقت ان تاریک پہلوؤں کو ہر حیثیت سے واضح کرتے ہوئے کہا گیا کہ دونوں حصوں کو الگ الگ بری، بحری اور فضائی فوج رکھنا پڑے گی۔ اور مشرقی حصہ خاص طور پر ایک جزیرہ بن جائیگا۔ فرقہ وارانہ کشیدگی میں مزید تلخی بڑھے گی۔ مجموعی ہندوستان اور وفاقی حصوں میں مسلمان بے بس اقلیت ہوجائیں گے۔ پنجاب اور بنگال دونوں کے اہم حصے کاٹ دینے سے ان کی موجودہ اہمیت ختم ہوجائے گی۔ مالی بحران پیدا ہوگا۔ اور پاکستان اس حالت میں صحرا اور بنجر علاقوں کا چوکیدار رہ جائے گا، اور پھر مشرقی و مغربی پاکستان کو ایک دوسرے سے ملانے والے راستہ کا سوال کبھی پیدا ہی نہ ہوگا۔ (ملخصاً از نئی زندگی خاص نمبر ۱۹۴۹ء ص ۲۲)

اس نازک جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے آگے چل کر پاکستان جن داخلی مسائل سے دوچار ہوسکتا تھا اور بعد کے حالات نے اس کی ۱۰۰% فیصد تصدیق کردی۔ اس سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں: "بحثیت مجموعی مسلم اکثریت کے صوبوں کی ہمہ گیر اقتصادی پسماندگی، پانچ میں سے تین صوبوں کا خود مکتفی نہ ہونا۔ ۴۰۰۳۹ فیصد کی منظم اور مؤثر اقلیت کی مقاومت وغیرہ پاکستان کے وہ داخلی مسائل ہوں گے جن سے حکومت عہدہ برآنہ ہوسکے گی۔ اور اپنی حالت سنبھالنے کے لیے کسی دوسری طاقت کا سہارا لینے پر مجبور ہوگی جس کی وجہ سے اقتصادی زندگی کا توازن بیرونی حکومتوں اور غیرملکی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ (آج ہم میں سے ہر شخص غیرملکی قرضوں کے سود میں دبا ہوا ہے۔ سمیع) مزید برآں یہ حکومت اپنے وسائل کی قلت اور مصارف کی زیادتی کی وجہ سے ملک کی دفاعی ذمہ داریوں کو بھی صحیح طور پر پورا نہ کرسکے گی۔ اس لیے ملک کے دفاع کو دولت مشترکہ برطانیہ (سیٹو، سنٹو، بغداد پیکٹ وغیرہ، سمیع) کے دفاع سے وابستہ کرنا ہوگا۔ (بعد میں برطانیہ کی جگہ

امریکہ نے لے لی ۔ سمیع) یا اپنے سیاسی مستقبل کی باگ اس کے ہاتھوں میں دینی پڑے گی اور اس طرح نام نہاد سیاسی استقلال روس یا برطانیہ (یا پھر امریکہ اور چین جو سب ملت واحدہ ہیں ۔ سمیع) کی سیاسی واقتصادی غلامی میں تبدیل ہوجائے گا ۔ اپنی کمزوری اور تباہ حالی کی وجہ سے اس کو بین الاقوامی سیاست میں کوئی اہمیت حاصل ہوسکے گی اور نہ یہ حکومت اسلامی ممالک کی کوئی مؤثر امداد کرسکے گی ۔ بلکہ روس اور برطانیہ کی سیاسی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بن کر رہ جائے گی (اور اسی روس اور برطانیہ نے مشرقی پاکستان کے المیہ میں بنیادی کردار ادا کیا ۔ ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید ۔ سمیع) ہندوستان اور پاکستان کے باہمی تعصبات سے برطانیہ کو پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع میسر آئے گا ۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۵۷)

جغرافیائی صورتحال کی بنا پر یہی کھٹکا قیام پاکستان کے بعد ان رہنماؤں کو لگا رہا ۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے وفات سے کچھ عرصہ پیشتر اپنی کتاب " ہماری آزادی " میں واشگاف الفاظ میں آنے والے خطرہ کی نشاندہی کی اور فرمایا :

" مسٹر جناح اور ان کے ساتھی یہ سمجھنے سے قاصر رہے ، کہ جغرافیائی صورتحال ان کے لیے ناموافق ہے ۔ مسلمان سارے برصغیر میں کچھ اس طرح بکھرے ہوئے تھے کہ ایک سمٹے ہوئے علاقے میں ان کی الگ ریاست بنانا ناممکن تھا ۔ مسلمانوں کی اکثریت کے علاقے شمال مشرق اور شمال مغرب میں تھے ۔ یہ دونوں علاقے کسی مقام پر بھی ایک دوسرے سے متصل نہیں ہیں ۔ یہاں کے باشندے مذہب کے سوا ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں...... یہ صورت حال اس وقت تھی اور اب بھی ہے ۔ کون اسکی توقع کرسکتا ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے اختلافات دور ہوجائیں گے ، اور یہ دونوں علاقے ایک قوم بن جائیں گے ۔ خود مغربی پاکستان کے اندر سندھ ، پنجاب اور سرحد اپنے اپنے جداگانہ مقاصد اور مفاد کیلئے کوشاں ہیں ۔ بہرکیف اب تو جو کچھ ہونا تھا ہوچکا ۔ پاکستان کی نئی ریاست ایک حقیقت ہے ۔ اب دونوں ریاستوں کا مفاد اسی میں ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات بڑھائیں اور اشتراک عمل سے کام لیں ۔ (ہماری آزادی صفحہ ۴۵۳ ، صفحہ ۴۵۴) ۔

سیدنا مولانا مدنیؒ نے تو ایک مکتوب میں پاکستان کے لیے جذبہ نصح اور خیرخواہی کی اظہار کے ساتھ ساتھ یہاں تک اپنے خطرات کا اظہار کیا کہ : موجودہ شکل میں یہ نقشہ ۲۳ ۔ ۲۴ سال بمشکل قائم رہ سکے گا ۔ اور آہ ! کہ یہی چوبیس سالہ عدد ہماری بربادی اور تباہی کا عنوان یا حرف آخر بن گیا ہے ۔ کاش بوقیام پاکستان کے بعد سہی مگر ہم اللہ کے ایسے برگزیدہ بندوں کی اندیشوں کو درخور اعتناء سمجھ

لیتے اور اس ملک میں اپنی تقدیر بنانے کی مخلصانہ سعی کرتے تو ان تمام خدشات اور اندیشوں کی تلافی کرلیتے اور یہ مختصر مگر پرخطر خطہ نہ صرف اسلام کی سطوت وشوکت کا ایک مثالی ریاست بن جاتا بلکہ اسلام کی بدولت ہم اسے اغیار اور اشرار کے شر سے محفوظ کرلیتے اور پورے عالم اسلام کی قیادت کا اہل بناکر اسے اسلام کا حصار اور عالم اسلام کی امیدوں کا مرکز بنالیتے اور اس طرح آج جان لیوا او جان نثار سرفروشوں کے ارواح طیبہ کو مزید آسودگی نصیب ہوتی جنھوں نے اسلام کے نام پر اس ملک کے لیے اپنی جانیں اور عصمتیں نچھاور کردیں، یا وہ لوگ جنھوں نے ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک انگریز کے خلاف جہاد مسلسل کے زرین ابواب اپنے خون سے رقم کیئے۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت شیخ الاسلامؒ کے حساس قلب پر کیا کچھ گذرا ہوگا۔ فرماتے ہیں: "ہماری سنی جاتی تو آج وہ مشکلات درپیش نہ ہوئیں اس وقت مسلمان جمہوریہ ہند میں ۲۷ فیصد ہوتے جوکہ موثر اقلیت ہے مگر آج چار کروڑ ہیں جو ۹ یا ۱۰ فی صد پڑتے ہیں۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۲۲۳)" گیارہ میں سے پانچ صوبوں میں مسلم اکثریت کی حکومتیں ہوئیں جو تمام داخلی معاملات قانون سازی، نظام تعلیم، اقتصادی نظام کے قیام معاشرتی او تمدنی مسائل، پرسنل لاء وغیرہ میں پوری بااختیار ہوتیں، پورے سندھ میں مسلمانوں کے مذہبی ادارے اوقاف، مساجد، مقابر، اور ان کا کلچر اور تہذیب وتمدن وغیرہ محفوظ تھا۔ (مکتوبات ج ۲ صفحہ ۸۱)۔ معلوم نہیں ان مسلمانوں کے دلوں کی کیا کیفیت ہوگی، جو اسی پاکستان کی سرزمین ڈھاکہ میں اسی جرم کی پاداش میں لاکھوں بہاریوں اور غیروں بنگالیوں کو خاک وخون میں تڑپتا اور ان کی مقدس عصمتوں کو لٹتا ہوا دیکھ کر بھی بے بس ہیں۔ ان بہاریوں کو جن کا نعرہ تھا کہ ہم بہار کے مسلمان پاکستان کیلئے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے۔ (ڈان ۱۱ اپریل ۱۹۴۶ء)

اجڑے اور شکستہ دل آزاد ہوتے ہیں کہ جیسے چاہیں اپنے ٹوٹے ہوئے دلوں کو تاثرات اور جذبات سے آباد کرالیں۔ نہ ملت کی خیرخواہی کسی کا اجارہ ہے۔ تاریخ خود بے رحم کسوٹی ہے۔ بہرحال جو کچھ ہونا تھا ہوچکا یہ سارے اندیشے پاکستان قائم نہ ہونے کی صورت میں لائق اعتناء تھے۔ اب جبکہ یہ اندیشے "صداقتیں" بن چکی ہیں تو ہماری نجات اور تمام بربادیوں کی تلافی کی ایک ہی راہ رہ گئی ہے کہ اب اس رہے سہے ملک کو صحیح معنوں میں پاکستان بنادیں۔ اللہ کے نام میں اتنی عظمت اور تاثر ہے کہ اس کے سہارے سے ایک چھوٹا ساخطہ بھی پوری دنیائے کفر کو لرزہ بداندام کرسکتا ہے۔ اس طرح ہندوستان سے عظمت اسلام کا وہی سکہ ایک بار پھر منواسکتے ہیں جو تقریباً ہزار سال تک منوا چکے تھے۔ کاش! اسلامیان برصغیر اس سرزمین میں اپنی جان تمنا اور لیلائے امید

بقیہ ص ۳ پر